Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28:2 (1990)

لسانیات ایک تاریخی جائزہ

احسان الحق

انسانی شخصیت میں زبان ایک اہم مظہر کی حیثیت رکھتی ہے لہذا جس طرح انسان ابتداء ھی سے اپنے گرد پھیلی ہوئی کائنات پر غور و فکر کر رھا ہے ، اسی طرح اس کے اندر پھیلی ہوئی کائنات بھی اسکی توجه کا مرکز ہے ۔ جس کے عجائبات گونا گوں اور جس کے اسرار لامتناھی ھیں ۔ زبان بھی انھی اسرار میں سے ایک ہے ۔ ارشاد باری ہے که : ,,وفی انفسکم افلا تبصرون ،، ۔ (۱) اور تمہارے نفس مین نشانیاں ھیں ، تم غــور و فکر نہیں کرتے ؟ اور یہ ارشاد که ,,سنریھم آیا تنا فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انّه الحق،، ۔(۲) ھم ان کو اپنی نشانیاں آفاق و انفس میں دکھائیں گے ۔ تاکه حق ان کے لئے واضح ھو جائے ۔ زبان بھی انھی نشانیوں میں سے ایک ہے ۔ ,,ومن آیته خلق السماوات والارض و اختلاف السنتکم والوانکم،، ۔ (۳) اور اسی کی نشانیوں میں آسمان اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے ۔ اور ,,فورب السماء والارض انه لحقّ مثل ما انکم تنطقون ،، ۔ (۴) پس قسم ہے آسمان و زمین کے رب کی که وہ بیشک حق ہے (اسی طرح) جسطرح تم بولتے ھو ۔ انسان کے علاوہ حیوانات میں باھمی رابطه ، زبان کے درجے تک پہنچا ھوا نہیں بلکه وہ انسان کے مقابلے میں انتہائی ناقص ہے ۔ اللہ تعالی نے انسان کے اس رابطه کو ,,بیان ،، سے تعبیر فرمایا ۔ ,,خلق الانسان علّمه البیان ،، ۔ (۵) انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان سکھایا ۔

چنانچه علمائے لغت اور فلاسفہ صدیوں سے ان اسرار سے پردہ اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہیں جو انسانی زبانیں اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ یہ بنیادی سوالات ہمیشہ ہی سے موضوع بحث رہے ہیں کہ روئے زمین پر انسان کب سے آباد ہے اور کیا انسانی زبان کی ایک ہی اصل ہے؟ یا وہ کئی اصلیں رکھتی ہے۔ اس کی ابتداء کیسے ہوئی اور کیسے پھیلی؟ اور پھر اس میں تغیرات کس طرح سے آئے؟ زبانوں کے کتنے خاندان ہیں اور کون کونسی زبانیں کس کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟ نیز یہ کہ دنیا میں زبانوں کی تعداد کتنی ہے؟ اور صدیوں کے پھیلاؤ پر ایک زبان میں صوتی، صرفی و نحوی اور دلالت الفاظ کے اعتبار سے کیا کیا تغیرات آتے ہیں؟ لہجات کیسے وجود میں آئے ہیں؟ معاشرہ کا زبان پر اور زبان کا معاشرہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ معاشرے کے مختلف طبقات کی زبانوں میں فرق کی کیا نوعیت ہے؟ انسانی زبان اور فکر کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ بچے کے ہاں زبان کا اکتساب کس طرح سے ہوتا ہے؟ اور کیا تعددّ لغات سے نجات حاصل کر کے ایک عالمی زبان وجود میں لائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

یہ اور اس قسم کے سینکڑوں سوالات انسانی غور و فکر کے لیے مہمیز کا کام دیتے رہے ہیں۔؟ انسان نے ان مسائل پر کب سے غور و فکر شروع کیا۔ ظاہر سی بات ہے کہ کتابت کی ایجاد سے پہلے اس میدان میں غور و فکر کا پتہ لگانا دشوار ہے البتہ اس سلسلہ کی پہلی کتاب سنسکرت کے قواعد پر پانینی (۶) نے چوتھی صدی قبل مسیح میں واضح دینی مقاصد کے پیش نظر لکھی۔ اس کتاب میں اس نے سنسکرت کے صوتی، صرفی و نحوی نظام کو نہایت خوبی سے واضح کیا۔ اس کتاب کا انکشاف علمائے یورپ نے انیسویں صدی عیسوی

میں کیا ۔ اس انکشاف سے سنسکرت کا تعلق یورپی زبانوں سے واضح ہوا اور تقابلی لسانیات کے لیے زبردست تحریک پیدا ہوئی ۔ جس نے انیسویں اور بیسویں صدی میں مقبولیت پائی ۔ اس کتاب کے مطالعے سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ باوجود یکہ اہل یونان اور رومی لسانیات سے آگاہ تھے لیکن ان کے ہاں پانینی کی کتاب کے درجے کی کوئی کتاب نہیں ملتی ۔ غالباً اس کا سبب قدیم یونان کا فلسفہ سے شغف تھا ۔ انہوں نے لغت کی طرف بھی فلسفیانہ نقطہ نظر کے ساتھ توجہ کی ۔ چنانچہ لغت کے سلسلے میں اہم مسئلہ جو علمائے یونان نے اٹھایا اور جس کے اثرات سے معاصر لغوی تحقیقات بھی نہ بچ سکیں ، وہ یہ تھا کہ زبان فطری چیز ہے یا سماجی علامت ہے ۔ افلاطون کا خیال یہ تھا کہ زبان فطری مظہر ہے اور کلمات اور ان کی آوازیں ایسے اجزا ہیں جو اپنے معانی سے الگ نہیں ہو سکتے ۔ جبکہ ارسطو کے مکتب فکر کی رائے یہ تھی کہ زبان سماج کا مظہر ہے اور کلمات اور ان کی آوازیں رمزی اصطلاحات ہیں جن کا کوئی طبیعی یا راست تعلق معانی کے ساتھ نہیں ہے ۔ چنانچہ پہلا مکتبہ فکر ,,توقیفیہ،، مشہور ہوا ، جبکہ دوسرا ,,اصطلاحیہ یا تواضعیہ،، کہلایا ۔ نظریہ توقیفیہ کے مطابق زبان وحی اور عطیہ الہی ہے ۔ (۷)

جہاں تک قدیم یونانی زبان کے قواعد کا تعلق ہے تو اہل یونان حیرت انگیز طور پر پیچھے رہ گئے ۔ ۲ ق قبل مسیح میں انہوں نے اس طرف توجہ کی اور اسکے بعد ان کی دیکھا دیکھی رومی بھی اس میدان میں آئے اور ہر دو نے اپنی اپنی زبانوں کے قواعد وضع کئیے جو کہ فصیح زبان کی ترجمانی کرتے تھے نہ کہ اس زبان کی جو اس دور میں عام لوگوں میں مستعمل تھی۔اسی وجہ سے یہ قواعد ,,معیاری قواعد،، کہلائے ۔ جو صدیوں تک غیر متغیر رہے اور اس زبان کے

عکاس رہے جو مٹ چکی تھی ۔ ان قواعد کی دوسری خامی یہ تھی کہ یہ صرف رومیوں اور یونانیوں کی اپنی معیاری زبان کی حد تک محدود تھے ۔ دوسری زبانوں کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی تھی ، چنانچہ یورپ میں جدید زبانوں پر یہ قواعد بعینہ منطبق کر دیئے گئے ۔ حالانکہ ان زبانوں اور ان قدیم قواعد میں کوئی ہم آہنگی نہ تھی ۔

عربوں نے عربی زبان کی طرف قرآن کی زبان ہونے کی بنا پر توجہ کی ۔ چنانچہ لسانیات کے مطالعہ نے ان کے ہاں خوب فروغ پایا اور وہ بھی اس معرکہ میں شریک ہوئے جو زبان کی نشو و نما اور اس کی اصل کے بارے میں یونانیوں کے ہاں برپا تھا ۔ عرب علماء دونوں مکاتیب فکر (ارسطو اور افلاطون) سے متأثر ہوئے ۔ چوتھی صدی ہجری میں ابن فارس (۸) نے زبان کے بارے میں نظریہ توقیفی کا دفاع کیا اور اس آیت سے استشہاد کیا کہ ,,وعلم آدم الاسماء کلھا،، اور آدم کو اس نے تمام نام سکھائے ۔ (یعنی لغت عطیہ الٰہی ہے) لیکن اس نظریہ کی مخالفت کا علم مشہور عالم لغت ابن جنّی (۹) نے اٹھایا ۔ انہوں نے دعوی کیا کہ زبان نہ تو وحی ہے اور نہ ھی خدا کی ٹھہرائی ہوئی کوئی چیز ۔ بلکہ یہ اصطلاحاً اختیار کردہ اور وضع کردہ ہے ۔ (مراد ہے نظریہ تواضعیّہ یا اصطلاحیہ) اور آیت مذکورہ میں علّم سے مراد قدرت کلام و تسمیہ (نام رکھنے کی صلاحیت) ہے ۔ زبان کی تشکیل و ارتقاء اور اسکی تفصیلات کو انسان کی مقدرت لغوی پر چھوڑ دیا گیا ہے ۔ تاہم اس نظریہ کے باوجود ابن جنّی ,,صوتی علامتوں،، (Sound Sybolism) کے نظریہ کا قائل ہے ۔ جس سے مراد یہ ہے کہ زبان میں صوت ایک اظہاراتی (تعبیری) قیمت رکھتی ہے اور ہر آواز اپنی ذات میں مخصوص معنویت لیے ہوئے ہے ۔ اس نظریہ سے ابن جنّی نے اپنی کتاب

,,الخصائص ،، میں ایک کامل باب میں بحث کی ہے جس کا عنوان ہے ,,باب فی تصاقب الالفاظ تصاقب المعانی،، (باب الفاظ کے طمطراق میں معانی کا طمطراق) ۔(۱۰)

یہ لغت کے بارے میں عام ابحاث کا پہلو تھا ۔ جہاں تک عربی زبان کے قواعد کا تعلق ہے تو سیبویہ (۱۱) نے دوسری صدی ہجری (۸ ویں صدی عیسوی) میں زبان کی زبردست خدمات انجام دیں ، کی مشہور کتاب ,, الکتاب ،، بعد میں آنے والے لغویین کا مرجع رہی ۔ سیبویہ نے عربی زبان کا مطالعہ (Discriptive) وصفی انداز میں کیا اور اس کا کام پانینی کے کام سے بڑی حد تک مشابہ ہے اسکے باوجود وہ ارسطو کی منطق اور یونان کی لسانیاتی تحقیقات سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ۔ چنانچہ وہ قواعد کی تشریح و توضیح میں قیاس و تعلیل سے کام لیتا ہے اور انھیں ,,منہجی،، (Methodologycal) غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہے جس کے یونانی و رومی علمائے لسانیات مرتکب ہوئے ۔ (۱۲) اس نے پہلی تین صدیوں کی زبان کا مطالعہ کیا اور اس پر قواعد کی اساس رکھی ۔ اسی طرح اس نے مختلف عربی لہجات کو بھی بیان کیا اور ان کے لیے مشترکہ قواعد وضع کرنے کی کوشش کی ۔ سیبویہ کا اسلوب اس کی کتاب میں عام طور پر وصفی (Discriptive) تھا ۔ مگر بعد کے لغویین نے اپنے عصر کی زبان کو نظر انداز کیا اور اس سے استشہاد کی بجائے سیبویہ کے استشہاد کی تقلید کی اور اس کے قواعد کو معیاری قواعد قرار دیا اور کوشش کی کہ مختلف زبانوں میں جو کچھ بھی لکھا اور کہا جائے وہ انھی قواعد کے مطابق ہو ۔ یہی صورت حال قرون وسطیٰ میں یورپ میں رہی ۔ لسانی تحقیق جمود کا شکار ہو گئی اور لاطینی زبان ھی غالب زبان کی حیثیت اختیار کر گئی ۔ کیونکہ وہ دین و ثقافت کی زبان تھی ۔ روز مرہ کی زندگی میں اس کا کوئی دخل نہ تھا ۔

جیسے ھی یورپ میں نشأۃ ثانیه کا آغاز ھوا اور علم و فکر کی دنیا میں انقلاب کروٹیں لینے لگا ۔ لسانیات کے میدان میں بھی تحقیق جدید کی راھیں کھلیں ۔ اٹھارویں صدی میں جن مفکرین نے اس میدان میں اھم خدمات انجام دیں ، ان میں روسو (۱۳) (فرانس سے) اور هرڈر (۱۴) (جرمنی سے) مشہور ھوئے ۔ ان مفکرین نے زبان کی ابتداء کے بارے میں نظریه اصطلاحیـه کی تائید کی اور اس کا بھرپور دفاع کیا ۔ پھر تاریخی اور تقابلی لسانیات کا آغاز ھوا اور انیسویں صدی میں ان تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع ھو گیا ۔ زبانوں کے صوتی تغیرات کی تحقیق اور عام قوانین کا استنباط کیا جانے لگا ۔ بیسویں صدی کے نصف اوّل میں لسانیات کی دنیا کا عظیم مفکر فرڈ یناڈ ڈلی سوسیر (جوسوئزر لینڈ کا باشندہ اور لسانیات کی تحقیق جدید کا بانی ہے) ۔ نے اپنی مشہور کتاب (Cour se of Lingui stique Generole) ,,مدخل لسانیات عام،، لکھی ۔ جس میں اس نے زبانوں کی وصفی تحقیق پر زور دیا ۔ اس کے نزدیک تقلیدی قـواعد ان زبانوں کے لئے وضع کئے گئے تھے جو عملاً موجود نه تھیں اور اسکی بنیاد وہ زبان تھی جو ادبی اور دینی کتب میں موجود تھی اور جو صحیح و غلط کا معیار سمجھی جاتی رھی ۔ پھر ان قواعد میں زبان کے صوتی پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا تھا اور زبان کا کوئی مکمل تصور پیش نظر نہیں رکھا گیا ۔ ڈی سوسیر نے تمام زبانوں کی ایک گرامر کا نظریـه (Universal Grammar) پیش کیا جس پر ھم عصر محققین نے تائید اور رد میں دلائل دیئے ۔ مختصر یه که موجودہ صدی کا نصف اوّل لسانیات میں جس اسکول سے ممتاز ھوا وہ ,,وصفی تشکیلی لسانیات کا اسکول،، (Descriptive Structural Approach) ہے ۔ جس کا آغاز امریکه سے ھوا اور پھر پوری دنیا میں توجه کا مرکز بنا ۔ اس اسکول کی شہرت

کی بنیاد بلو مفیلڈ (۱۵) کی مشہور کتاب (Language) ,,زبان " ہے۔ جبکہ اس صدی کے نصف ثانی میں اس نظریہ کے رد عمل میں جو نظریہ وجود میں آیا وہ نوم چومسکی(۱٦) کا ,,قواعد تحویلیہ" کا نظریہ تھا۔ جس میں اس نے اپنے پیشرو محققین پر کاری ضرب لگائی اور آج تک لسانیات کے موضوع پر جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس پر چومسکی کے افکار کی چھاپ ہے۔ لسانیات کے میدان میں نوم چومسکی کی کتاب ,,تراکیب نحویہ "(Syntactic Structures) نے بے پناہ شہرت حاصل کی۔ یہ کتاب ۱۹۵۷ء میں چھپی۔ اس میں چومسکی نے دی سوسیر کی تقسیم ,,لغت " اور ,,کلام" کو ملحوظ رکھا اور لغت (Competence) کی تعبیر اسطرح سے کی کہ یہ وہ قدرت ہے جو ایک معاشرہ کے ہر فرد میں پائی جاتی ہے۔ اس کی بدولت وہ ایسے جملے تخلیق کرتا ہے جو اس نے پہلے کبھی نہیں سنے ہوتے زبان کے اس ملکہ کو وہ معرفت لغوی کا نام دیتا ہے اور اس کے نزدیک اس معرفت کی بنیادیں وہ صرفی و نحوی قواعد ھیں جو الفاظ کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے جملہ بناتے ھیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کے نزدیک لغت اور کلام میں فرق یہ ہے کہ کلام عمل کا نام ہے اور لغت اس عمل کی حدود ، کلام ایک رویہ ہے اور لغت اس رویہ کا معیار ، کلام ایک حرکت ہے اور لغت اس حرکت کا نظام ، کلام بول کر سنا جا سکتا ہے اور لکھ کر دیکھا جا سکتا ہے جبکہ زبان کلام مین غور و فکر سے سمجھی جا سکتی ہے۔ کلام منطوق و مکتوب ھوتا ہے ، جسے کتب قواعد اور معاجم وغیرہ میں موصوف کا درجہ حاصل ہے۔ کلام کبھی صرف فرد کا عمل ھو سکتا ہے ، جبکہ لغت صرف اجتماعی وجود رکھتی ہے۔

چومسکی جملوں کی معنوی توضیح کے لیے معروف قواعد کے علاوہ ,,قواعد تحویلیہ" (Transformational Rules) کا تصور پیش کرتا ہے۔

جن کا تعلق جملہ کی اس باطنی ترکیب سے ہوتا ہے جس میں معانی پنہاں ہوتے ہیں ۔ اس کے نزدیک ہر ترکیب ,,لغوی ظاہری،، (Surface Structure) کا ایک ,,باطنی وجود،،(Deep Structure) ہے اور یہی باطنی وجود جملہ کی معنوی کیفیت پر دلالت کرتا ہے۔ تمام صرفی و نحوی و صوتی قواعد ایک ترکیب باطنی کو ترکیب ظاہری کا وجود بخشتے ہیں ۔ ,,قواعد تحویلیہ ،، میں اس اعتبار سے چومسکی کا موقف لغویین کے قریب ہو جاتا ہے۔ جنھیں اسکے پیشرو لسانیات کے وصفی تشکیلی اسکول نے نظر انداز کر دیا تھا ۔

چومسکی کے نظریات عام ہونے کے بعد لسانیات کا موضوع بہت وسیع ہو گیا اور یہ علم اجتماعی تحقیق کا مرکز بن گیا ۔ سوشیالوجی (اجتماعیات) سوشل سائیکالوجی (اجتماعی نفسیات) اور علم الاجناس کے ماہرین نے اس علم کی طرف توجہ کی ۔ یہاں تک کہ اس علم کی ہر شاخ خود ایک موضوع بن گئی ۔ ترقی یافتہ ممالک کی جامعات میں یہ علم اعلیٰ تعلیمی اسناد کے ساتھ مخصوص ہے علماء عرب میں یہ علم مختلف اصطلاحات کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ علم اللغہ ہے۔ ایک گروہ اسے اللسانیات سے تعبیر کرتا ہے ۔ دوسرا اسے فقہ اللّغہ کا نام دیتا ہے۔ اگرچہ فقہ اللّغہ اس کے لیے موزوں نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق تحریر شدہ زبان اور نصوص کی تحقیق اور زبان کے تاریخی علم سے ہے اور یہ انگریزی اصطلاح (Philology) کے قریب ہے۔

ڈاکٹر سبزواری لکھتے ہیں کہ :

,,قدیم زمانے میں لسانیات کو گرامر (صرف و نحو) یا علم اللّغہ یعنی علم اللسان کہا جاتا تھا۔ اس وقت یہ علم سادہ اور اپنی عمر کی ابتدائی منزل میں تھا ۔ اسکے مسائل گرامر اور لغت

کے مسائل و مباحث سے گڈ مڈ تھے ۔ حد فاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان امتیازی خط نہیں کھینچا جا سکتا تھا ۔ لسانیات نے ایک قدم آگے رکھا اور گرامر کی چہاردیواری توڑ کر باہر آئی تو اسکا نام علم اللّغہ کی جگہ فقہ اللّغہ (زبان کا فلسفہ) قرار پایا ۔ آج ہم گرامر کے اس اگلے قدم کو لسانیات کہتے ھیں ۔ لسانی مسائل کا پہلا قدم گرامر تھا دوسرا قدیم زبان میں فقہ اللّغہ اور جدید زبان میں لسانیات ہے " ۔ (۱۷)

یہاں ڈاکٹر صاحب کا جدید لسانیات کے لیے فقہ اللّغہ کی قدیم اصطلاح کا استعمال محل نظر ہے ۔ کیونکہ فقہ اللّغہ کا تعلق تحریر شدہ زبان ، نصوص کی تحقیق اور زبان کے تاریخی علم سے ہے ۔ (جیسا کہ ہم لکھ چکے) اور جدید لسانیات کے لیے اس اصطلاح کا استعمال اس کے اصل معنی اور مدلول کو نظروں سے اوجھل کر دے گا ۔

لاڈو نے لسانیات کی تعریف یوں کی ہے :

"Linguistics is the science that describes and classifies languages. The linguist identifies and describes units and patterens of the sound system, the words and morphemes and the phrases and sentences, that is, the structure of language".

ڈاکٹر سبزواری لسانیات کی وضاحت مزید یوں فرماتے ھیں : (۱۸)

"لسانیات زبان کی تنقید ہے اور اگر تنقید تخلیق ہے تو لسانیات کو بھی تخلیق کی ایک صنف قرار دینا ہو گا ۔ مشہور ماھر لسانیات میکس مولر نے گرامر اور لسانیات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں "کیا" اور کیوں کا فرق ہے ۔ گرامر کیا ہے اور لسانیات "کیوں" ۔ (۱۹)

ڈاکٹر زور ، جان پیل کے حوالے سے لکھتے ھیں :

,,جان پیل نے ۱۸۷۷ء میں لکھا تھا کہ جسطرح کوئی ماھر نباتات پھولوں کا تجزیہ کرتا ہے۔ ایک لسانیاتی ماھر ھر لفظ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دیکھتا ہے تاکہ وہ معلوم کرے کہ وہ کن اجزاء سے مرکب ہے اور ان اجزاء کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے ،، (۲۰)

اس ساری بحث سے یہ بات واضح ھو گئی کہ لسانیات کے علم کے تحت ان تمام مسائل سے بحث کی جاتی ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے ایک زبان کے ساتھ ھوتا ہے۔ مثلاً تمام بولی جانے والی آوازیں یا سنی جانے والی آوازیں ، الفاظ ، تراکیب ، معانی وغیرہ کا مطالعہ اور پھر ان لسانیاتی مظاھر پر اثر انداز ھونے والے نفسیاتی ، حیاتیاتی اور سماجی عوامل کے اثرات کا جائزہ اس علم کے تحت لیا جاتا ہے۔ اس سارے عمل میں استقرا و استنتاج کے جدید اسالیب اختیار کیے جاتے ھیں اور نتائج تک پہنچنے کے لیے دیگر علوم، مثلاً ریاضیات و منطق ، علم الاعضاء ، علم النفس اور علم الاجتماع وغیرہ سے مدد لی جاتی ہے ۔ لسانیات در حقیقت مختلف علوم کا مجموعہ ہے جس کا ھدف انسان کے لسانیاتی مظاھر کا مطالعہ کرنا ہے۔

لسانیات کی اھم شاخیں

ماھرین لسانیات کو دو بنیادی شاخوں میں تقسیم کرتے ھیں :

۱ ۔ نظری لسانیات ۔ (۲) تطبیقی لسانیات ۔

بعض کے نزدیک علم الاصوات تیسری شاخ ہے لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ علم الاصوات کا مطالعہ نظری لسانیات کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اصوات بھی انسان کے لسانیاتی نشاط کی عکاسی کرتی ھیں اور بالآخر علم الاصوات کے ڈانڈے علم صرف و نحو سے

جا ملتے ھیں ۔ لسانیاتی تقسیم کے اس اتفاق کے باوجود بعض مرتبہ نظری و تطبیقی پہلو ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہوتے ھیں کہ ایک کا وجود دوسرے کا مرھون منت ھوتا ہے ۔ مثلاً مفردات کا مطالعہ (Morphology) اور معانی کی تحقیق (Semantics) دونوں نظري علوم ھیں جنھیں علم الالفاظ (Lexicology) کہا جاتا ہے۔ مگر انھیں سے متعلق علم معاجم (Lexicography) تطبیقی لسانیات کے تحت آتا ہے۔

۱ ۔ نظری لسانیات : (Theoretical Linguistics) اس عنوان کے تحت درج ذیل علوم سے بحث کی جاتی ہے۔

(۱) علم الاصوات (۲) علم القواعد (۳) تاریخی لسانیات
(۴) علم الدلالۃ

۱۔ علم الاصوات (Articulatory Phonetics)

اس علم کے تحت حروف کے مخارج اور اعضائے نطق کا مطالعہ کیا جاتا ہے ۔ علم اصوات سمعی (Acoustic Phonetics) سمعی اصوات کے علم سے مراد آواز کی لہروں کا ھوا سے گزر کر سامع کے کان تک اسکی وصولی اور اس عمل کے جملہ موثر عوامل کا تجزیہ ہے ۔ اسطرح زبان میں اصوات (آوازوں) کے کردار (Phonology) کا مطالعہ بھی اس علم کا موضوع ہے۔

۲ ۔ علم القواعد (Grammar)

اس کے دو حصے ھیں ۔ (۱) علم الصرف (Morphology) جس میں کلمہ کی بناوٹ یا دوسرے لفظوں میں معنی کے حامل یونٹوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

(۲) علم النحو (Syntics) جس کا موضوع جملہ ، شبہ جملہ یا

اس کی اقسام ھیں یا دوسرے لفظوں میں اس علم میں ,,نظم کلام ،، کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۳ ۔ تاریخی لسانیات (Historical Linguistics)

لسانیات کی اس شاخ کے تحت زبانوں کا ارتقا، ان کے خاندانوں کا مطالعہ اور ملتی زبانوں کی باھمی مناسبت اور ان کے درمیان مشابہت کے اسباب اور اختلاف کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۴ ۔ علم الدلالۃ (Semantics)

اس علم میں لسانیاتی رموز اور ان کی دلالت سے بحث کی جاتی ہے اور الفاظ کے معانی کا تاریخی ارتقاء واضح کیا جاتا ہے۔

۲ ۔ تطبیقی لسانیات (Applied Linguistic)

لسانیات کے اس عنوان کے تحت درج ذیل علوم سے بحث کی جاتی ہے :

۱ ۔ نفسیاتی لسانیات (Pcycholinguistics)

نفسیاتی لسانیات کا موضوع بچوں اور بالغوں میں مادری زبان کا اکتساب ہے اور اکتساب کے اس عمل کے دوران بچے پر جو حیاتیاتی ، نفسیاتی اور سماجی عوامل اثر انداز ھوتے ھیں ان کا مطالعہ کرنا ہے۔ اسی طرح اجنبی زبانوں کی تعلیم میں اثر انداز ھونے والے داخلی و خارجی عوامل کا جائزہ بھی اس عنوان کے تحت لیا جاتا ہے۔ مزید برآں کلام اور نطق کے عیوب کے اسباب کا کھوج بھی نفسیاتی لسانیات ھی کا موضوع ہے۔

۲ ۔ سماجی لسانیات (Sociolinguistics)

لسانیات کی یہ شاخ معاشرہ پر زبان کے اثرات کا جائزہ

لیتی ہے۔ جغرافیائی لہجات بھی اس کا موضوع ھیں۔ معاشرے کے مختلف طبقات کی زبان اور لسانیاتی اختلاط سے بھی یہ بحث کرتی ہے۔ اس علم کا اھم میدان لسانیاتی منصوبہ بندی ہے۔ جس میں مختلف مسائل جیسے کتابت کا نظام ، سرکاری زبان کا تعین اور اس کی ترقی و بقا کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے۔

۳۔ مشینی لسانیات (Computational Linguistics)

لسانیات کی اس شاخ کے تحت لسانیاتی معلومات کی کمپیوٹر میں تخزین کی جاتی ہے اور پھر لسانی مطالعہ کے لیے بوقت ضرورت اس الکٹرونی دماغ کو حرکت دی جاتی ہے۔ اس علم کا اھم موضوع خود کار ترجمہ کا نظام ہے۔

معاجم کی تدوین :

تطبیقی لسانیات کی یہ شاخ لغات کی تدوین سے متعلق ہے۔ یہ لغات مختلف اصولوں پر تیار کی جاتی ھیں۔ کیونکہ یہ کبھی یک لسانی ھوتی ھیں اور کبھی دو لسانی مثلاً (اردو۔ عربی) اور کبھی کئی لسانی مثلاً اردو۔ عربی ، انگریزی وغیرہ۔

تعلیم اللغات :

تطبیقی لسانیات کی یہ شاخ سب سے اھم ہے اسلئے کہ بعض علمائے لسانیات تطبیقی لسانیات سے مراد صرف زبانوں کی تدریس (خاص طور پر اجنبی زبانیں) لیتے ھیں۔ اس عنوان کے تحت تمام وہ امور جن کا تعلق کسی طرح سے بھی زبانوں کی تدریس سے ھوتا ہے زیر بحث آتے ھیں۔ مثلاً نفسیاتی ، سماجی اور تدریسی مشکلات ،

تدریس کے جدید طریقے اور رجحانات ، مددگار تعلیمی وسائل معلمین کی تیاری اور نصاب کی تدوین وغیرہ ۔ (۲۱)

مندرجہ بالا فروع کے علاوہ بعض مغربی جامعات میں اس کے علاوہ درج ذیل امور سے خاص طور پر بحث کی جاتی ہے ۔

تقابلی لسانیات اور تحلیل اخطاء :

اس عنوان کے تحت مختلف زبانوں کا تقابل کیا جاتا ہے اور ان نکات کو خاص طور پر موضوع بنایا جاتا ہے جو ایک اجنبی زبان کی تدریس میں طالب علم کے لیے رکاوٹ ثابت ہوتے ھیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ علم طالب علم کی لسانی غلطیوں کا علمی تجزیہ بھی کرتا ہے اور ان اسباب کا کھوج لگاتا ہے جس سے طالب علم غلطی کا مرتکب ہوتا ہے ۔

تقابلی لسانیات کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب یونانی اور لاطینی زبانوں کا ایک مشترک ماخذ تلاش کرنے کے خیالات یورپ کے علماء میں بار بار پیدا ہوئے اور اکثر یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کی گئیں کہ ان کا ماخذ عربی زبان ہے ۔ آخر کار ایک انگریز فاضل جونس (Jones) نے ۱۷۸۶ء میں اپنی لسانی تحقیقات کے نتائج شائع کیئے جن سے لاطینی ، یونانی ، گوتھک ، سنسکرت اور کلٹک زبانوں کے اشتراک ماخذ پر روشنی پڑتی ہے ۔ (۲۲) موجودہ صدی کے نصف ثانی میں مشی گن یونیورسٹی امریکہ کے اساتذہ ان تحقیقات کا ھراول دستہ ھیں ۔ اس سلسلہ میں امریکہ میں مرکز تطبیقی لسانیات قائم ھوا ۔ جسکی نگرانی میں انگریزی زبان کا ھسپانوی ، اٹالین اور جرمن کے ساتھ تقابل کیا گیا ۔ اور اس بات پر زور دیا گیا کہ طلبہ کے لیئے اجنبی زبانوں کے امتحانات ان کی مادری زبانوں کے ساتھ تقابل کی بنیاد پر منظم کیئے جائیں ۔ اسطرح سے یہ

علم زبانوں کی تدریس کے عملی میدان میں داخل ہو گیا ۔ اسی زمانے میں تحلیل اخطا (Error Analysis) کا نظریہ وجود میں آیا ۔ جس کی اساس یہ دعویٰ تھا کہ تحلیل تقابلی کے نتیجہ میں ضروری نہیں کہ ان تمام مشکلات کا احاطہ کر لیا جائے جو ایک اجنبی زبان سیکھنے والے طالب علم کو پیش آتی ہیں ۔ کیونکہ تحلیل تقابلی کی بنیاد علم نفس کے اصطلاح میں لغوی تداخل (Linguistic Interference) اور انتقال تجربہ (Transfer of Experience) ہے ۔ جبکہ ایک طالب علم کی لسانیاتی مشکلات ان دو امور پر منحصر نہیں بلکہ اسلوب تعلیم ، لغوی نمو اور مطلوبہ زبان کی ساخت اور اس قسم کے دیگر امور ایک زبان کے سیکھنے کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ نظریہ تحلیل اخطا کے داعیوں کے مطابق یہی وہ نظریہ ہے جس سے طلبہ کی لسانیاتی مشکلات کا احاطہ کیا جا سکتا ہے ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دونوں نظریات میں کوئی باہمی تعارض نہیں ۔ دونوں طریقوں کا استعمال زبان کی تدریس میں مفید ثابت ہو سکتا ہے ۔ (۲۳)

تقابلی لسانیات کیوں ؟

مشہور ماہر لسانیات لاڈو نے کئی لسانیاتی امتحانات کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ اجنبی زبان کی سہولت اور صعوبت کا راز مادری زبان کے ساتھ اسکے تقابل میں مضمر ہے ۔ لسانیاتی تقابل کی ضرورت دراصل زبانوں کے درمیان گہرے روابط اور اشتراک کی بنا پر پیش آتی ہے ۔ کیونکہ ایک زبان کی غلطیاں دوسری زبان کے توسط سے ہوتی ہیں ، جسکا لسانیاتی مزاج پہلی زبان سے مختلف ہوتا ہے ۔ اور اس کا عکس بھی درست ہے کہ ایک زبان کا علم دوسری کے

سیکھنے میں معاون ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب اصلی زبان اور مطلوبہ (ہدف) زبان میں گہری مماثلت ہو۔ زبانوں کے اسی اشتراک و اختلاف کو واضح کرنے کے لیے تقابلی لسانیات کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ زبانوں کے باہمی تشابہ اور تخالف کی بنا پر سر زد ہونے والی غلطیوں سے بچا جا سکے اور سہولتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ تقابلی لسانیات کی روشنی میں زبان کی نصابی کتب کا بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ کیا ایک کتاب لسانیاتی اشتراک و اختلاف میں پیدا ہونے والی سہولتوں اور مشکلات کا احاطہ کرتی ہے یا نہیں۔ اور اگر یہ تقاضہ پورا نہ ہو رہا ہو تو نیا تعلیمی مواد اس علم کی روشنی میں تیار کیا جا سکتا ہے۔ تمرینات مرتب کی جا سکتی ہیں۔ جو یہ تقاضہ پورا کرتی ہوں۔ یہ لسانیاتی تقابل اصوات ، قواعد ، مفردات (ذخیرۂ الفاظ) میں کیا جاتا ہے۔ جبکہ زبانوں کے باہمی ثقافتی اختلافات کی بنا پر ثقافتی اعتبار سے تقابلی مطالعہ اپنی جگہ منفرد اہمیت رکھتا ہے۔

لاڈو نے تقابلی مطالعہ کی اہمیت یوں واضح کی ہے :

"Of special interest to the language teacher is . contrastive linguistics, which compares the structures of two languages to determine the points where they differ. These differences are the chief sourse of difficulty in learning a second language.

The linguist takes up each Phoneme in the native language and compares it with the phonetically most similar ones in the second language. He describes their similarities and diffrences. He takes up the sequences of Phonemes and does likewise. Morpheme and syntax patterns are also

compared and the diffrences described. The results of these contrastive descriptions form the basis for the preparation of language texts and tests, and for the correction of students bearning a language".(24)

حواشی

۱ ـ القرآن ، الذاریات ـ ۲۱

۲ ـ حم سجده ، ۵۳

۳ ـ الرّوم ، ۲۲

۴ ـ الذاریات ، ۲۲

۵ ـ الرّحمن ، ۳ ـ ۴

۶ ـ پانینی : دنیا کا پہلا معلوم عالم لسانیات ، سنسکرت کی قواعد کا مصنّف ، جو دنیا کی قدیم ترین گرائمر ہے ـ پیدائش ، چوتھی صدی قبل مسیح .

۷ ـ تالیف خرما : اضواء علی الدّراسات اللّغویة المعاصرة : (الکویت ، مطابع الیقفه) ۱۹۷۸ء ، ص ـ ۹۰

۸ ـ ابو الحسن احمد بن فارسی المتوفی ۳۹۵ ـ چوتھی صدی هجری کے نصف آخر کا مشہور لغوی لغت کی مشہور کتاب مکاییس اللّغه ، اور ,,المجمل" کے علاوہ تو کیا چالیس کتابوں کا مصنف .

۹ ـ ابن جنّی : ابو الفتح عثمان ابن جنّی ، المتوفی ۳۹۲ هـ نحو ، لغت اور عربی علم الاصوات کا امام (حاشیه)

۱۰ ـ ابن جنّی : الخصائص ، الجزء الثانی ص ـ ۵۹ ، (دارالکتب ، القاهره) ۱۹۵۲ء

۱۱ ـ عمرو بن عثمان سیبویه : المتوفی ۱۸۵ هـ ، نحو میں بصره کے مکتبه فکر کا امام اور نحوکی مشہور کتاب ,,الکتاب" کا مصنف ، جو قرآن نحو مشہور ہے ـ

۱۲ ـ تمام حسان : ,,اللغة بین المعیاریة والوصفیة " (مصر ، مکتبة الانجلو) ۱۹۵۸ء ، ص ۲۳ ـ ۲۵

۱۳ ـ رو سو ، المتوفی ۱۷۷۸ء فرانس کا مشہور فلسفی ، انشا پرداز اور ماهر عمرانیات .

۱۴ ـ هرڈر ، المتوفی ۱۸ دسمبر ۱۸۰۳ء جرمنی کا مشہور نقّاد ، فلسفی اور ماهر لسانیات "Essay on the Origin of Language" کا مصنّف ـ

۱۵ ـ بلو مفیلڈ ، المتوفی ۱۸ اپریل ۱۹۴۹ ـ بیسویں صدی کا مشہور ماهر لسانیات جس کی کتاب "Language" (۱۹۳۳ء) لسانیات کی دنیا میں مشہور هوئی ـ

۱۶ ـ نام چومسکی ، ولادت ۷ دسمبر ۱۹۲۸ ـ فلاڈیلفیا ـ امریکه ماهر لسانیات ، ادیب ، اور ماهر سیاسیات . مصنف

1957 [The Hague Mouton] Syntactic Structures.

۱۷ ـ شوکت سبزواری ڈاکٹر : لسانی مسائل (کراچی، مکتبہ اسلوب) ۱۹٦۲ء ، ص ـ ۸

۱۸ - Lado: Language Teaching, Tata, Dehli), 1976, p. 18, 19.

۱۹ ـ سبزواری : لسانی مسائل ص ـ ۱۳

۲۰ ـ سید محی الدین قادری زور ، ڈاکٹر : ہندوستانی لسانیات ، (مکتبہ معین الادب لاہور) ۱۹٦۱ء ص ـ ۲۲

۲۱ Lado: Language Teaching by Lado, Chapter-2 P. 11-22.

Winfrid-P, Lehmann, descriptive Linguistics (Random House) Newyork 1975 Chapter 12, 13, 14, 15,

۲۲ ـ سید محی الدّین قادری زور ، ہندوستانی لسانیات ، مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹٦۱ء ص ـ ۲۷

۲۳ ـ الصّینی ، محمود اسماعیل : التقابل اللّغوی وتحلیل الاخطا (سعودی عربیہ جامعہ ملک سعود) ص ـ ۱

۲۴ - Lado: Language Teaching. P.21.